

مزدوروں کے حقوق

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

”مسی“ کا مہینہ آتے ہی مزدوروں کے حقوق و فرائض کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ مزدوروں کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے، جس کو گزشتہ نصف صدی کے اہم ترین مسائل میں شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ فطری بات ہے، دنیا کی ساری بہادر راصل انہی کے دم سے ہے، بلند قامت عمارتیں ہوں، صاف ستھری سڑکیں ہوں یا دیہات کے سبزہ زار کھیت اور نیل کھاتی ہوئی نہریں، سب کو ان کے خون و پسینہ اور قوت بازو سے غذا ملتی ہے، یہ بھی عجیب قسم ظریفی ہے کہ معاشی ترقی اور خوشحالی میں سب سے کم حصہ مزدوروں ہی کو ملتا ہے، حالاں کہ وہ سب سے زیادہ اس کے حقدار تھے۔

اسلام نے دوسرے شعبہ ہائے زندگی کی طرح اس باب میں بھی مفصل اور واضح ہدایات دی ہیں، جس میں آجر اور مزدور دونوں کے حقوق کی رعایت ہے اور اعتدال و توازن بھی ہے۔

سب سے پہلے تو اسلام نے مزدوروں کو ایک بلند مقام اور منصب کا حامل قرار دیا اور عام طور پر جو اس طبقہ کو کمتر اور حقیر گردانا جاتا تھا، جواب تک باقی ہے، کی نفی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی مزدوری کی۔ (مسند احمد، ابن ماجہ عن عتبہ بن منذرؓ)

☆..... حلال روزی کی تلاش میں محنت و کاوش کو عند اللہ پورے ایک سال امام عادل کے ساتھ جہاد سے افضل قرار دیا گیا۔ (ابن عساکر عن عثمانؓ)

☆..... چھوٹے بچے، ماں باپ اور خود اپنی کفالت کے لئے دوڑ دھوپ (سعی) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں جدوجہد بتایا۔ (طبرانی عن کعب بن عجرۃ)

☆..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پاکیزہ عمل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہاتھوں سے کمائے (بیہقی عن علیؓ)

طبرانی عن ابی بردہؓ اور حدیث کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں ہی کی کمائی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ و مقدامؓ)

☆..... اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندہ کو پسند کرتا ہے جو صنعت و حرفت سے واقف ہو اور اس سے کام لیتا ہو۔ (ان اللہ یحب العبد المؤمن المحترف)، (طبرانی عن ابن عمرؓ)

☆..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں اور فرمایا، خود میں بھی چند قیراطوں پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (بخاری و ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

☆..... کاشکاری کو مبارک کہا گیا اور اس کا حکم دیا گیا۔ (ابوداؤد عن علی بن حسینؓ مرسل)

☆..... ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزامؓ سے ارشاد فرمایا: سب سے حلال کمائی، وہ ہے جس میں دونوں پاؤں چلیں، ہاتھ کام کریں اور پریشانی عرق آلود ہو۔ (دیلمی عن حکیم بن حزامؓ)

ان ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مزدوروں کو ایک معزز اور موقر مقام حاصل ہے اور دوسرے پیشوں اور طبقوں سے ان کی حیثیت کم نہیں ہے۔

أجرت کی مقدار:..... اس کے بعد مزدوروں کے حقوق کا مسئلہ آتا ہے، جس میں سب سے بنیادی اور اولین چیز اجرت کی مقدار کا تعین ہے۔ اس پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے سلسلے میں درج ذیل ہدایات دی ہیں:

”وہ تمہارے بھائی ہیں، جن کو خدا نے تمہارے ماتحت رکھا ہے، لہذا خدا نے جس کے ماتحت اس کے بھائی کو کیا ہو، اس کو چاہئے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے، جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے، اس کو ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اس کے لئے دشوار ہو اور اگر ایسے کام کی ذمہ داری سونپ ہی دے تو پھر اس کی مدد کرے۔“ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

پیغمبر اسلام اور ان کے اصحابؓ کا اس ہدایت پر مکمل عمل تھا، ان کے غلام اور خدام ان کے ساتھ ہی وہی کھانا کھاتے تھے جو وہ خود کھاتے تھے، غلاموں اور ان کے مالکوں کے کپڑے ایک ہی معیار کے ہوتے تھے، ایک بار ایک ہی قسم کی چادر حضرت ابوذر غفاریؓ اور ان کے غلام اوڑھے ہوئے تھے، ایک شخص نے عرض کیا، آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ وہ چادر بھی خود ہی اوڑھے لیں تاکہ اس کا جوڑا ہو جائے اور غلام کو کوئی اور چادر دے دیں۔ حضرت ابوذرؓ نے اس سے انکار کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ہدایت کا حوالہ دیا کہ جو خود پہنو وہی اس کو پہناؤ۔ (بخاری عن معروڑؓ)

اس سے معلوم ہوا کہ مزدوروں اور ملازمین کی اجرت اس قدر ہونی چاہئے کہ کم از کم خوراک اور پوشاک کے معاملے

دوسرے اجرت کی مقدار اتنی ہو کہ وہ اہل و عیال کی بھی اسی سطح پرورش کر سکے، حسب ضرورت خادم رکھ سکے اور مکان بنا سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارا عامل (ملازم) بنے، اسے چاہئے کہ بیوی حاصل کر لے، خادم نہ ہو تو ایک خادم رکھ لے اور مکان نہ ہو تو ایک مکان فراہم کر لے۔ (ابوداؤد عن سفور بن شداد)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد فرمایا: میرا ذریعہ معاش میرے اہل و عیال کے لئے کافی تھا، اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول کر دیا گیا ہوں، اس لئے ابوبکر کے عیال اسی سرکاری مال میں سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمان کے لئے کام کریں گے۔ (بخاری عن عائشہؓ)

اجرت کی ادائیگی:..... اجرت کے سلسلے میں اس اصولی ہدایت کے بعد، کہ ان کی جملہ ضروریات زندگی کی تکمیل کی جائے، اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اجرت کی مقدار پہلے ہی واضح کر دی جائے اور ہم نہ رکھی جائے۔

”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن استجارۃ الأجير حتی یبین له أجرہ“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مزدور سے کام لینے سے منع فرمایا ہے تاکہ اس کی اجرت واضح کر دی جائے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ کسی کو اس کی مزدوری کم نہ دیتے تھے۔ (بخاری عن انسؓ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن ہوں گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، اس سے پورا کام لے لے اور اجرت نہ دے۔ (رجل استاجر أجير و افستوفی منه ولم يعطله اجرہ)، (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

فقہاء نے لکھا ہے کہ اجرت ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں، یا تو خود اجر (Employer) کام سے پہلے اجرت دے دے، یا مزدور نے پیشگی مزدوری دینے کی شرط لگا دی، اب بھی اس کو کام سے پہلے ہی مزدوری دینی ہوگی، یا مزدور اپنے کام کی تکمیل کر دے تو کام کی تکمیل کے ساتھ اجرت ادا کرنی ہوگی۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۵۰۶/۳)

کام کی مقدار:..... مزدور سے کتنا کام لیا جائے؟ اسلام نے اس کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلاموں سے کوئی ایسا کام نہ لو جو ان کی طاقت اور قدرت سے ماوراء ہو۔ (موطا امام مالک عن یحییٰ بن یحییٰ) یہ ایک اصول ہے جس کی روشنی میں کام کی نوعیت، مقدار، اوقات تینوں ہی کا تعین کیا جاسکتا ہے، مثلاً اصول صحت کی رو سے جن کاموں کو روزانہ چھ گھنٹے کیا جاسکتا ہے، ان ملازمین کے لئے یہی اوقات کار ہوں گے اور جو کام آٹھ گھنٹے کئے جاسکتے ہیں، ان کے لئے روزانہ آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہوگی۔

عموماً بعض لوگ کم عمر بچوں یا دراز عمر بوڑھوں سے اتنا کام لینا چاہتے ہیں جتنا جوان آدمیوں سے، اسلامی تعلیم

کے تحت یہ غلط اور خالصانہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں پر اس بات کی ضرورت ہے کہ ملازمین ہیں، ضروری ہے کہ ان کے لئے ہفتہ میں ایک دن آرام کے لئے رکھا جائے، اپنے اقرباء اور رشتہ داروں سے ملنے کے لئے تعطیل لازمی ہو اور بیماروں کے لئے خصوصی رخصتیں ہوں، فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (ردالمحتار: ۸۰/۳)

حسن سلوک:..... مزدوروں کے ساتھ مالکین اور ذمہ داروں کا کیا سلوک ہونا چاہئے؟ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ (انہم اخوانکم) یعنی ان سے سلوک حاکمانہ نہیں بلکہ برادرانہ ہونا چاہئے۔ قرآن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بحیثیت آجر (Employer) یہ صفیں بیان کی گئی ہیں:

”وما ارید ان اشق علیک ستجدنی ان شاء اللہ من الصالحین۔“ (القصص: ۲۷)

”میں تم کو تکلیف دینا نہیں چاہتا، ان شاء اللہ تم مجھ کو صالح و نیک پاؤ گے۔“

گویا آجر کا سلوک مزدور کے ساتھ ایسا ہو کہ اس کو تکلیف اور کسی بھی طرح کی ذہنی، جسمانی یا عملی مشقت نہ دے اور اس کے ساتھ نیک سلوک روا رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہمیں اس کا عملی نمونہ یوں ملتا ہے کہ حضرت انسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خدام میں تھے اور بچپن سے جوانی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، مگر کبھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوفہ بھی کہا ہو یا پوچھا ہو کہ یہ کیوں کیا؟ اور یہ کیوں نہیں کیا؟ (بخاری و شمائل ترمذی عن انسؓ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں ایک یہودی لڑکا تھا، وہ بیمار پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ (بخاری)

اس حسن سلوک کا ایک حصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مشکل کام اس کو سونپا جائے تو اس کی انجام دہی میں بذات خود بھی مدد کرے۔ (بخاری و مسلم)

منافع میں شرکت:..... اسلام اس بات کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ مزدور کا رو باری نفع میں شریک ہوں۔ ”مضاربت“ کی اصل یہی ہے۔ مضاربت یہ ہے کہ ایک شخص کا سرمایہ ہو اور دوسرے آدمی کا عمل اور محنت، پھر اس سے جو نفع حاصل ہو، اس کو باہم متعین تناسب مثلاً پچاس فی صد وغیرہ میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہاں دوسرے فریق کو جو کچھ نفع مل رہا ہے، وہ عامل ہی کی حیثیت سے ہوگا، اس کی طرف اس حدیث میں بھی اشارہ موجود ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا پکانے والے خادم کو کھانے سے کم از کم ایک دولقمہ کھلانے کی تلقین کی ہے۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

حقوق کا تحفظ:..... مزدوروں کے حقوق کے سلسلے میں اسلام نے صرف اخلاقی ہدایت ہی سے کام نہیں لیا، بلکہ اس کو قانونی تحفظ بھی بخشا ہے اور حکومت کے لئے مداخلت کی گنجائش رکھی ہے، چنانچہ قاضی ابوالحسن ماوردی (م ۳۵۰ھ)

”اگر کوئی شخص مزدور و ملازم (اجیر) پر زیادتی کرے، مثلاً: اجرت کم دے یا کام زیادہ لے تو مختص ایسا کرنے سے روکے اور حسب درجہ دھمکائے اور اگر زیادتی اجیر کی طرف سے ہو، مثلاً کام کم کرے اور اجرت زیادہ ہوں تو اس کو بھی روکے اور دھمکائے اور اگر ایک دوسرے کی بات کا انکار کریں تو فیصلے کا حق حاکم کو ہے۔“ (الاحکام السلطانیہ للملک المردی (مترجم)، باب ۲۰ ص ۳۹۹)

نقصانات کی ذمہ داری:..... سوال یہ ہے کہ مزدور یا ملازم سے کوئی چیز ضائع ہو جائے تو اس کا ضامن کون ہوگا؟ اس سلسلے میں تھوڑی تفصیل ہے، مزدوری اور ملازمت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ معاملہ کی بنیاد کام ہو، دوسرے یہ کہ معاملہ کی اساس وقت ہو، پہلے کی مثال سلائی وغیرہ ہے کہ آپ کسی کو کپڑا سلنے کو دیں، اس صورت میں وہ وقت کا پابند نہیں ہے بلکہ کام کا پابند ہے کہ کپڑا اسی کر دے، دوسرے کی مثال اس طرح ہے کہ کسی کو آپ مدرس مقرر کریں کہ وہ روزانہ پانچ یا چھ گھنٹے تعلیم دے، یہاں وہ وقت کا پابند اور اس میں حاضری کا مکلف ہے، چاہے طلبہ ہوں یا نہ ہوں اور پڑھانے کی نوبت آئے یا نہ آئے، اسی طرح دن بھر کے لئے کسی مزدور کو مکان کی تعمیر کے لئے رکھا جائے، یہاں وہ اس بات کا پابند ہے کہ دن بھر اپنا وقت دے۔

پہلے قسم کے ملازم کو ”اجیر مشترک“ اور دوسرے قسم کے ملازم کو ”اجیر خاص“ کہتے ہیں۔ اجیر مشترک سے کوئی چیز ضائع ہو جائے تو وہ خود اس کا ضامن ہوگا اور تاوان ادا کرے گا، اجیر خاص سے اس کی زیادتی اور ارادہ کے بغیر جو سامان ضائع ہو جائے وہ اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۵۵۵/۳)

”بندھو مزدور“ کی ظالمانہ رسم باوجود ارتقاء اور علم و روشن خیالی کے اب بھی بعض علاقوں میں موجود ہے، مگر اسلام میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسلام اس کو انسان کا خالص نجی مسئلہ تصور کرتا ہے کہ وہ کسی کا کام کرے یا نہ کرے، نہ صرف ایک فرد دوسرے فرد کو بلکہ حکومت بھی کسی فرد اور شہری کو اس پر مجبور نہیں کر سکتی، سوائے اس کے کہ کبھی ایسے خصوصی حالات پیدا ہو جائیں کہ قومی اور اجتماعی مصلحت کے تحت افراد کو کسی عمل پر مجبور کرنا پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے نکاح، خرید و فروخت وغیرہ دوسرے معاملات کی طرح اس میں بھی طرفین کی رضامندی اور آمادگی کو ضروری قرار دیا ہے۔ امارکنہا فلا یجاب والقبول (الفتاویٰ الہندیہ: ۵۰۴/۳، کتاب الاجارۃ) اسی طرح اسلام میں ہر شخص کو نقل و حرکت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آمد و رفت کی آزادی حاصل ہے اور یہ اس کا خالص ذاتی و شخصی مسئلہ ہے، وہ جہاں اور جس شہر و علاقہ میں جا کر مزدوری اور ملازمت کرنا چاہے، کر سکتا ہے، ارشاد باری ہے: ﴿وَمَنْ يَهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مَرَاغِمًا كَثِيرًا وَسَعَةً﴾ (النساء: ۱۰۰)

مزدوروں کی ذمہ داریاں:..... جہاں مزدور اور ملازمین کے یہ حقوق ہیں، وہیں ان کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی

ہیں، جن کی طرف قرآن مجید نے دو مختصر لفظوں میں اشارہ کر دیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس بنیاد پر اپنا ملازم متعین کیا، وہ ان کی صاحبزادی کی یہ اطلاع تھی:

﴿يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوَى الْأَمِينُ﴾ (القصص: ۲۶)

”ابا جان! ان کو مزدور رکھ لیجئے، بہترین مزدور جسے آپ رکھیں گے، وہ ہوگا جو طاقتور اور امانت دار ہو۔“

یہاں اچھے مزدوروں کی دو صفات بیان کی گئی ہیں: ایک قوت و صلاحیت اور دوسرے امانت و دیانت، اس سے معلوم ہوا کہ اہلیت کے بغیر کسی کام کی ذمہ داری نہ لے، اسی لئے فقہاء نے فاتر العقل طبیب (الطیب الماجن) کو علاج سے روک دینے کا حکم دیا ہے۔ (الاشباہ والنظائر لابن نجيم)

دوسرے یہ کہ وہ اپنے کام، ذمہ داریوں اور سونپی گئی اشیاء کے معاملے میں امانت دار اور دیانت دار ہو، اگر سپرد کردہ کام میں وہ قصداً کوئی نقص رہنے دے یا متعینہ وقت کا اپنی ذمہ داریوں کے لئے پورا پورا استعمال نہ کرے تو یہ بات دیانت کے خلاف ہوگی، چنانچہ علماء لکھتے ہیں:

”عدل کے ساتھ وزن کرو“ میں یہ بھی داخل ہے کہ ملازمین اپنے اوقات ملازمت کا پورا پورا خیال رکھیں۔ (معارف القرآن مصنف مفتی شفیع صاحب)

امانت میں یہ بھی داخل ہے کہ رشوت نہ لے۔ رشوت یہ ہے کہ اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کا الگ سے پیسہ وصول کر لے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑی شدت سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخ میں ہے۔ (طبرانی عن ابن عمرؓ)

رشوت صرف وہی نہیں ہے جو رشوت کے نام پر لی جائے بلکہ وہ رقم بھی رشوت میں داخل ہے جو عام لوگ کسی کے عہدے سے متاثر ہو کر ”ہدیہ“ اور ”نذر“ نیاز“ کے نام سے پیش کریں۔ رشوت کی یہ وہ رقم ہے جس میں اچھے خاصے لوگ بھی داخل ہیں، چنانچہ فرمایا: جو شخص کسی کے لئے سفارش کرے، وہ اس کے لئے تحفہ بھیجے اور وہ اس کو قبول کرے، اس نے بہت بڑا سود لیا ہے۔ (ابوداؤد عن ابی امامہؓ)

اور حضرت عمرؓ نے عاملوں کو ہدایا و تحائف بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا تھا، اسی لئے فقہاء نے قاضی کے لئے ریقین مقدمہ سے ہدیہ قبول کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ناجائز ملازمتیں:..... ایسی چیزوں کی ملازمت اور مزدوری جائز نہیں جو معصیت اور گناہ ہو، اس لئے کہ جس طرح گناہ کرنا جائز نہیں، اسی طرح گناہ کے لئے سبب اور ذریعہ بننا اور اس میں تعاون بھی ناجائز ہے اور جو جس درجہ کا گناہ ہو، اس میں تعاون بھی اسی درجہ کا گناہ ہے، چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں:

”لَا يَجُوزُ اسْتِجَارَةُ عَلِيٍّ شَيْئًا مِنَ الْغَنَاءِ وَالنُّوحِ وَالْمِزَامِيرِ وَلَا أَجْرُ لَهُمْ“

”مزامیر، نو حزی اور گانے بجانے وغیرہ کے کاموں پر کسی کو مزدور رکھنا درست نہیں اور وہ اجرت کے حقدار نہیں ہوتے۔“

ظاہر ہے جب ان کاموں کے لئے ملازم رکھنا درست نہ ہوگا اور کوئی شخص معاملہ طے پا جانے کے بعد یہ کام کر ہی لے تو اجرت واجب نہ ہوگی، تو خود کسی شخص کا ایسی ملازمت اختیار کرنا کیوں کر جائز ہوگا اور اس ملازمت کا فائدہ ہی کیا ہوگا جس پر کوئی مزدوری نہ ملے!

اسی حکم میں سنیمال کی ملازمت، گانے بجانے کے کام، انشورنس کی ایجنسی اور انشورنس اور بینک کی ایسی ملازمتیں بھی شامل ہیں جن میں سودی کاروبار لکھنا پڑے یا اس میں لین دین کرنا پڑے۔

عمر ملازمت کے درمیان سبکدوشی:..... ملازمت کے سلسلے میں ایک اہم مسئلہ عمر ملازمت اور درمیان میں سبکدوشی اور معطلی کا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ ملازمت کے احکام کا اصل مدار فریقین کا باہمی معاہدہ ہے؟ اگر کسی ریاست کا قانون ہو کہ اس کے یہاں ملازم اپنی عمر کے ۵۵ یا ۵۸ سال تک ملازمت پر برقرار رہے گا تو یہ گویا ملازم اور حکومت کے درمیان ایک معاہدہ ہے کہ ملازم اپنی عمر اس حد تک پہنچنے تک کار گزار رہے گا اور حکومت اس کو اجیر رکھے گا۔

اب کسی معقول وجہ اور عذر کے بغیر دونوں ہی اس مدت کی تکمیل کے پابند ہوں گے، نہ حکومت کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے معزول کر دے اور نہ ملازم کو حق ہوگا کہ بلا وجہ اور حکومت کی رضا مندی کے بغیر اس کام سے سبکدوش ہو جائے، چنانچہ فقہاء مکان کے کرایہ پر لگانے کے احکام ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

”لو قال أجرة تلك هذه الدار سنة، كل شهر بدرهم جاز بالاجماع فلا يملك أحدهما

الفسخ قبل تمام السنة من غير عذر۔“ (فتاویٰ عالمگیری: ۵۰۸/۳)

”اگر کوئی شخص یوں کہے: میں نے تم کو یہ مکان ایک سال کے لئے کرایہ پر دے دیا ہے، ہر ماہ کے بدلے ایک درہم، تو بالاتفاق جائز ہے اور فریقین میں سے کوئی ایک سال کی تکمیل تک بلا عذر اس معاملے کو توڑ نہیں سکتا۔“

ہاں اگر کوئی عذر پیش آجائے تو یک طرفہ اقدام کیا جاسکتا ہے، مثلاً ملازم کو غیر قانونی اور مجرمانہ حرکتوں پر حکومت معزول کر سکتی ہے اور ملازم اپنی ناسازی صحت وغیرہ کی بنا پر کام چھوڑ دینا چاہے تو چھوڑ سکتا ہے، یہ حکم جس طرح سرکاری محکموں کا ہے، ایسے ہی پرائیویٹ اداروں کا بھی ہے۔